پاکستان کی یونیورسٹیاں: مکمل اصلاحات کی ضرورت

انور غازی

ارباب مدارس پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ''مدارس میں ابن خلدون کا ''المقدمہ'' نصاب میں کیوں نہیں ہے؟ جبکہ الفارابی، الکندی، عمر خیام، ابن رشد وغیرہ اور دیگر کے بارے میں عالم اسلام میں کیوں نہیں پڑھایا جاتا ہے؟ جب تک روشن خیال فلسفی آگے نہیں لائے جاتے کوئی پرامن انقلاب ممکن نہیں۔ اسلام کی کامیابی کے حوالے سے تو ہم انہیں اپناتے ہیں، لیکن ان کی فکر کو اپنانے پر آمادہ نہیں۔ اگر بوعلی سینا اور ابن رشد کی فکر کو اسلام میں مکالمے کا موضوع بنایا جاتا تو سنہری دور کبھی ختم نہیں ہوتا۔'' اس سے یہ دعویٰ سامنے آتا ہے کہ مسلمانوں کو زوال اس وجہ سے آیا، اسلام کے سنہری دور کا خاتمہ صرف اس بناء پر ہوا کہ ہم نے بوعلی سینا، ابن رشد، فارابی، کندی، مصرؒی اور عمر خیام کی فکر کو نہیں اپنایا۔ آج عالم اسلام اگر اپنی کھوئی ہوئی عظمت رفتہ بحال کرنا چاہتا ہے اور دوبارہ عروج حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ مدارس میں ان روشن خیالی فلسفیوں کی روشن خیالی کو فروغ دیا جائے۔

جہاں تک مقدمہ ابن خلدون کی بات ہے تو وہ مدارس کے اساتذہ اور طلبہ کے مطالعے میں بھی رہتا ہے اور کتب خانوں میں بھی موجود ہے۔ جامعۃ الرشید کراچی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن اور دیگر کئی بڑے مدارس کے نصاب میں شامل ہے...... لیکن یہ کہاں کا اصول ہے کہ سیکولر دانش ور مدارس کو جس کتاب کا مشورہ دیں ان کے کہنے پر ارباب مدارس، مدارس کے نصاب میں شامل کر لیں۔ اگر یہ واقعتاً کوئی اصول ہے تو کیا ایسا ممکن ہے کہ علمائے کرام جس جس کتاب کا مشورہ دیں یہ دانش ور انہیں سیکولر تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل کر دیں؟ اگر ایسا کرنا ممکن نہیں تو جو چیز یونیورسٹیوں کے لیے ممکن نہیں وہ مدارس کے لیے کہاں سے ممکن ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ مقدمہ ابن

خلدون یا دیگر کتابیں جن کے بارے میں کہا گیا کہ اگر مدارس کے نصاب میں شامل کیوں نہیں تو میڈیکل، انجینئرنگ، بزنس، آرٹس، کامرس اور سائنس کالجز میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے کیا اُس میں ان موضوعات پر لکھی جانے والی تمام چھوٹی بڑی کتابیں شاملِ نصاب ہوتی ہیں؟ اگر نہیں، تو کیوں؟ مدارس کے نقاد اس کا بھی جواب دیں۔

اس کے بعد اب ہم ماضی کے روشن خیال فلسفیوں کی اس فکر کا جائزہ لیتے ہیں بقول پرویز رشید صاحب جسے مدارس میں فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ جہاں تک کندی کا تعلق ہے تو وہ عقل کو روحانی حقیقتوں کے بنیادی قوانین کا مآخذ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس سے پیغمبر پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور شاعر کو آمد ہوتی ہے۔ کندی کے مرید سرخسی (899ء) اسی فلسفہ عقل کے ذریعے اس نتیجے پر پہنچے کہ تمام پیغمبر جھوٹے مدعی تھے۔ ابوبکر رازی (866-922ء) کا خیال تھا کہ انسان کو راستہ دکھانے کے لیے عقل کافی ہے، چنانچہ رسالت ایک بے ضرورت چیز ہے۔ آزادی خیالی کی اس لہر کو ممتاز شاعر ابوالعلا معریٰ اور عمر خیام نے عروج تک پہنچایا۔ معریٰ نے ساری عمر گوشت نہیں کھایا، کیونکہ وہ مذہب کے سب سے بڑے مخالف تھے۔ تجرد کی زندگی گزاری، وہ کہتے تھے جو عقل رکھتے ہیں ان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ عمر خیام اپنی روشن خیالی کے باوجود بھی قسمت کے راز کو نہ پا سکے۔ وہ حقائق کی تہہ تک پہنچنے کی بجائے شراب کی تہہ میں پہنچ گئے اور اُسی تہہ میں ہی رہ گئے۔ ان کی بے بسی، بے کسی اور نامرادی و ناکامی ان کے ایک مصرعے سے عیاں ہے...... ایک دروازہ تھا جس کی کوئی چابی مجھے نہ ملی، ایک پردہ تھا جس کے اندر میں جھانک نہیں سکتا تھا...... فارابی نے اسلامی نوافلاطونیت کی بنیاد رکھی۔ ان کا پورا فلسفہ افلاطونیت، ارسطوئیت اور ان کے اپنے تصوف کا آمیختہ ہے۔ انہیں اپنے فلسفے کے لیے قرآن وسنت سے کوئی چیز نہیں ملی۔ ان کے فلسفے کے ذریعے پیغمبر اور فلاسفہ ایک ہی مقام پر پہنچ جاتے ہیں، بلکہ فلسفی کا مقام اور بھی بلند ہوتا ہے۔ ابن سینا کے مطابق پیغمبر اپنی سچائی کے لیے فلسفے کے معیار پر پورا اترے۔ گویا فلسفہ وحی آسمانی کے برابر حیثیت رکھتا ہے۔ ابن سینا قیامت کے روز انسانوں کے اُٹھائے جانے کے بھی منکر تھے۔ ابن رشد اللہ کے نبی علیہ السلام کی بجائے ارسطو کو سعادت کا منبع اور معلم اول سمجھتے تھے۔

یہ وہ روشن خیال فکر ہے جس کو مدارس میں فروغ دینا چاہتے ہیں، یعنی علماء جو انبیاء کے وارث ہیں وہ انبیاء کی تعلیمات اور وراثت کو چھوڑ کر ان فلسفیوں کے افکار کو اپنالیں جنہوں نے اپنے دور میں اسلام کو ناکام کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں خود بری طرح ناکام ہوگئے۔ اسے اگر المیہ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے کہ جو لوگ ہماری تاریخ کے ناکام ترین لوگ ہیں جن کے قصیدے لکھنے والا صرف مغرب ہے، انہیں شیخ عبدالقادر جیلانی، جنید بغدادی اور امام ابوحنیفہؒ کی طرح یاد رکھنے والا کوئی نہیں، ہم اُن کے افکار میں اپنی کامیابیوں کا راستہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ بعض نام

نہاد دانشوروں کا یہ تجزیہ انتہائی غلط ہے کہ آج عالم اسلام کو جس بحران کا سامنا ہے اس کے لیے ان روشن خیال فلسفیوں کو آگے لانے کی ضرورت ہے۔ عالم اسلام کے بحران کو ختم کرنے کے لیے مسلمانوں کو امام غزالیؒ کے افکار کو آگے لانے کی ضرورت ہے اور یہ بات کوئی انتہا پسند مسلمان نہیں کہہ رہا، بلکہ ہم خیال، ہم ذہن اور ہم فکر مستشرق منٹگمری واٹ کہہ رہا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اگر مسلمان موجودہ بحران میں کامیابی کے ساتھ عہدہ براہونا چاہتے ہیں تو اس صورت حال کا حل فلسفہ غزالی کے عمیق مطالعے میں پوشیدہ ہے:

"Islam is now wrestling with western thought as it once wrestled with Greek philosophy, and is as much in need as it was then of a 'revivd of religious sciences'. Deep study of Al-Gazali may suggest to Muslims steps to be taken if they are to deal successfully with the contemporary situation: (ibid- p # 15)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ پاکستان اور عالم اسلام ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گیا ہے تو اس کے لیے مدارس میں اصلاحات کی ضرورت نہیں، بلکہ یونیورسٹیوں میں اصلاحات کی ضرورت ہے۔ گزشتہ 70 سال میں صرف پاکستان کی یونیورسٹیوں، سرکاری وغیر سرکاری علمی تحقیقی اداروں نے ایک محتاط اندازے کے مطابق 100 بلین ڈالر سے زیادہ پیسہ وصول کیا ہے، لیکن 100 بلین ڈالر کھانے والے ان اداروں نے کون سی ایسی تحقیق پیش کی ہے جسے عالمی پذیرائی ملی ہو یا جس سے پاکستان کی معاشی خوشحالی، عالمی عزت افزائی اور مادّی ترقی میں کوئی اضافہ یا تبدیلی آئی ہو؟ لہٰذا پاکستان کے مدارس کے نصاب میں انقلابی تبدیلیوں کی بجائے یونیورسٹیوں کے نصاب پر غور کیا جائے کہ یہاں سے کوئی ''آئن اسٹائن'' کیوں نہیں پیدا ہو رہا؟ اور PHD کرنے والے کلرک اور چپڑاسی کی نوکری کیوں کر رہے ہیں؟ یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ طلبہ، KFC، میکرو، میٹرو، پیزا ہٹ اور ہوٹلوں میں ونڈو بوائے کے طور پر کیوں کام کر رہے ہیں؟ ایسی کوئی تحقیق دریافت یا ایجاد کیوں نہیں کر رہے جس سے عالم اسلام اور مملکت پاکستان امریکا، روس، برطانیہ اور چین وغیرہ کے ہم پلہ ہو جائے۔

☆......☆......☆